JQSS: *(Journal Of Quranic and Social Studies)*

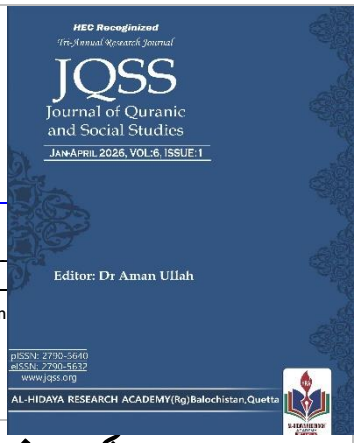
ISSN: (e): 2790-5640 ISSN (p): 2790-5632

Volume: 6, Issue: 1, Jan-April 2026. P: 42-55

Open Access: https://www.jqss.org/index.php/JQSS/article/view/233

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.22733863

Copyright: © The Aothors *Licensing:* this work is licensed under a creative commons attribution 4.0 international license



فکری و نظریاتی جنگ کے ذرائع ووسائل کا ایک تجزیاتی مطالعہ

A Critical Analysis of the Means and Instruments of Intellectual and Ideological Warfare

1. **Israr Ullah** israrsadi1234@gmail.com	MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Balochistan Quetta
2. **Prof. Dr. Sahibzada Baz Muhammad** dr.sahibzada@um.uob.edu.pk	Chairman, Department of Islamic Studies, University of Balochistan Quetta
3. **Dr. Kaleem Ullah** Kaleem511@gmail.com	Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Balochistan Quetta

How to Cite: Israr Ullah and Prof. Dr. Sahibzada Baz Muhammad and Dr. Kaleem Ullah (2026) A Critical Analysis of the Means and Instruments of Intellectual and Ideological Warfare, *(JQSS) Journal of Quranic and Social Studies*,6(1), 42-55.

Abstract and Indexing

Publisher

HRA (AL-HIDAYA RESEARCH ACADEMY) (Rg)

Balochistan Quetta

فکری و نظریاتی جنگ کے ذرائع ووسائل کا ایک تجزیاتی مطالعہ

A Critical Analysis of the Means and Instruments of Intellectual and Ideological Warfare

Journal of Quranic and Social Studies
42-55
© The Author (s) 2026
Volume:6, Issue:1, 2026
DOI:10.5281/zenodo.22733863
www.jqss.org
ISSN: E/ **2790-5640**
ISSN: P/ **2790-5632**

Israr Ullah
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Balochistan Quetta

Prof. Dr. Sahibzada Baz Muhammad
Chairman, Department of Islamic Studies,
University of Balochistan Quetta

Dr. Kaleem Ullah
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Balochistan Quetta

Abstract

In the contemporary era, intellectual and ideological warfare has emerged as a significant means of influencing beliefs, values, cultural identities, and public opinion without direct military confrontation. This study analytically examines the principal instruments of contemporary intellectual warfare, including education systems, print and electronic media, satellite television, the Internet, social media, artificial intelligence, literature, films, cultural institutions, and think tanks. It argues that these tools can be employed to promote particular worldviews, reshape social and moral values, and influence cultural, religious, and intellectual identities, particularly within Muslim societies. Using a descriptive and analytical methodology, the study explores the nature, objectives, mechanisms, and consequences of these contemporary forms of ideological competition in an increasingly interconnected global environment. The study highlights that intellectual warfare extends beyond the simple dissemination of information; it involves the construction of narratives, framing of issues, manipulation of perceptions, and systematic shaping of public opinion. It further emphasizes that technological developments, especially social media and artificial intelligence, have expanded the speed, reach, and sophistication of ideological influence. The study concludes that Muslim societies need effective educational, media, cultural, and intellectual strategies to preserve intellectual identity, promote critical thinking, strengthen media literacy, and respond constructively to contemporary ideological challenges.

Keywords: Intellectual Warfare, Ideological Warfare, Media, Social Media, Artificial Intelligence, Electronic Media, Education, Cultural Identity, Public Opinion, Muslim Societies.

Corresponding Author Email: israrsadi1234@gmail.com / dr.sahibzada@um.uob.edu.pk

تمہید

انسانی تاریخ میں اگرچہ ظاہری جنگوں، لشکر کشیوں اور سیاسی تسلط کے واقعات زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں، لیکن ان کے پس منظر میں جو سب سے زیادہ گہری، مؤثر اور دیرپا جنگ جاری رہی ہے، وہ افکار و نظریات کی جنگ ہے۔ یہ ایک خاموش مگر فیصلہ کن معرکہ ہے جو انسانی ذہن، عقائد، تصورات، اقدار اور معاشرتی ڈھانچے کو اپنا ہدف بناتا ہے۔ اس کے میدان تعلیم، میڈیا، ادب، قانون اور ثقافت ہوتے ہیں، اور اس کے اثرات نسلوں تک منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ تہذیبوں کے عروج و زوال میں فکری قوت کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ جب کسی قوم کی فکری بنیادیں کمزور ہو جائیں تو اس کی سیاسی اور عسکری طاقت بھی دیرپا ثابت نہیں رہتی۔ اسی لیے فکری و نظریاتی جنگ درحقیقت ذہنوں پر تسلط قائم کرنے اور انسان کے زاویۂ فکر کو تبدیل کرنے کی ایک منظم کوشش کا نام ہے۔

اسلام دشمن قوتوں نے جب یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کو صرف عسکری طاقت کے ذریعے مستقل طور پر مغلوب کرنا ممکن نہیں، تو انہوں نے نظریاتی جنگ کا محاذ کھولا، جس میں تلوار اور گولی کی جگہ قلم، جامعات، میڈیا، نظریات اور اصطلاحات کو ہتھیار بنایا گیا۔ مغربی استعمار اور استشراق نے صدیوں پر محیط حکمت عملی کے تحت اسلامی علوم، قرآن، حدیث، سیرت، فقہ اور تاریخ پر اعتراضات اٹھائے اور مسلم معاشروں میں فکری انتشار، علمی کمزوری اور تہذیبی احساسِ کمتری پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہی نظریاتی یلغار بعد ازاں عالمگیریت، سیکولرزم، قوم پرستی، لسانی تعصب اور لبرلزم جیسے نظریات کے فروغ کی صورت میں سامنے آئی، جن کے ذریعے امتِ مسلمہ کی دینی شناخت، فکری خودمختاری اور روحانی وابستگی کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی۔ آج مسلمانوں میں پائے جانے والے فکری انتشار، ذہنی غلامی اور علمی انحطاط کو اسی طویل المیعاد فکری و نظریاتی جنگ کے تناظر میں سمجھا جا سکتا ہے۔

فکری و نظریاتی جنگ کا مفہوم

محققین نے نظریاتی جنگ کی متعدد تعریفیں بیان کی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ فکری و نظریاتی جنگ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"الغزو الفكري هو مصطلح حديث يعنى مجموعة الجهود التي تقوم بها أمة من الأمم للاستيلاء على أمة أخري أو التأثير عليها حتى تتجه وجهة معينة."(1)

"فکری جنگ سے مراد وہ کوششیں ہیں جن کے ذریعے ایک قوم دوسری قوم کے خیالات و رویّوں پر اثر ڈال کر اسے اپنی پسند کی سمت میں لے جانا چاہتی ہے۔"

دکتور علی محمود فکری جنگ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

"هو أن تتبنى أمة من الأمم ـ وبخاصة الأمة الإسلامية ـ معتقدات وأفكار الأمة الأخرى من الأمم الكبيرة ـ وهي غير إسلامية دائماً ـ دون نظر فاحص وتأمل دقيق لما يترتب على ذلك التبني من ضياع لحاضر الأمة الإسلامية في أي قطر من أقطارها وتبديد لمستقبلها، فضلاً عما فيه من صرفها عن منهجها وكتابها، وسنة رسولها، وما يترتب على هذا الصرف من ضياع أي ضياع"(2)

"فکری و نظریاتی جنگ سے مراد کوئی قوم بالخصوص امتِ مسلمہ دوسری بڑی اقوام (جو ہمیشہ غیر اسلامی ہوتی ہیں) کے عقائد اور افکار کو بغیر گہری جانچ پڑتال اور دقیق غور و فکر کے اختیار کر لے، اس بات پر نظر کیے بغیر کہ اس اختیار کرنے کے نتیجے میں امتِ مسلمہ کے کسی بھی خطے میں اس کے حال کا زوال اور اس کے مستقبل کی بربادی واقع ہو سکتی ہے۔ مزید یہ کہ اس عمل میں اسے اپنے اصل منہج، اپنی کتاب (قرآن) اور اپنے رسول ﷺ کی سنت سے دوری اختیار کرنا پڑتی ہے، اور اس دوری کا نتیجہ شدید قسم کے نقصان اور تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔"

موجودہ عالمی منظر نامے میں جنگ کا مفہوم محض عسکری تصادم تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کی نوعیت ایک ہمہ جہت اور پیچیدہ صورت اختیار کر چکی ہے۔ آج اقوام کے درمیان اصل معرکہ میدانِ کارزار میں نہیں بلکہ اذہان و افکار میں برپا ہے۔ اسی کیفیت کو فکری و نظریاتی جنگ سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس سے مراد وہ منظم اور شعوری جدوجہد ہے جس کے ذریعے کسی قوم کے عقائد، اقدار، تہذیب، تعلیمی نظام اور فکری بنیادوں کو متاثر یا تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ جنگ تعلیم، ذرائع ابلاغ، ثقافتی سرگرمیوں، علمی مباحث، نصابی مواد اور بیانیہ سازی کے ذریعے لڑی جاتی ہے۔ اس تناظر میں فکری و نظریاتی بیداری ایک ناگزیر علمی و دینی تقاضا بن چکی ہے۔

موجودہ حالات کے تناظر میں فکری و نظریاتی جنگ کی معرفت اور اس کا مطالعہ نہایت اہمیت کا حامل ہے، تاکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کو ایسی معروضی معلومات فراہم کیا جائے جو انہیں اسلام مخالف اور معاندانہ افکار کے اسالیب اور ذرائع سے آگاہ کریں، تاکہ وہ ان کے خطرات سے باخبر رہیں اور حکمت، بصیرت اور دور اندیشی کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کے طریقے جان سکیں۔ مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا کہ اسلام کے دشمن، اگرچہ اپنے مذاہب اور نظریات میں مختلف ہوں، لیکن ان کی منصوبہ بندی کی بنیاد ایک ہی ہے، یعنی اسلام کے خلاف سازش۔ وہ فروع سے پہلے اصول کو نشانہ بناتے ہیں۔ قرآنِ کریم، رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ، سیرتِ نبویہ کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں، عربی زبان پر حملہ آور ہوتے ہیں، اخلاق کو بگاڑنے، فحاشی و فساد پھیلانے، اور مسلمانوں کو اپنی تاریخ اور اسلافِ صالحین کی سیرت سے جدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فکری و نظریاتی جنگ کے ذرائع و وسائل

فکری و نظریاتی جنگ ایک منظم اور ہمہ جہت عمل ہے جس کے ذریعے کسی قوم کے عقائد، اقدار، تہذیبی تصورات، تاریخی شعور اور فکری رجحانات کو براہِ راست عسکری طاقت کے بجائے فکری، تعلیمی، ثقافتی اور ابلاغی ذرائع سے متاثر کیا جاتا ہے۔ اس جنگ میں تعلیم، نصاب، ذرائع ابلاغ، ادبی و ثقافتی سرگرمیاں، تحقیقی و مذہبی ادارے، سماجی تنظیمیں، نیز جدید دور میں ڈیجیٹل اور سوشل میڈیا جیسے ذرائع بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، کیونکہ انسانی فکر اور رویوں کی تشکیل ایک تدریجی عمل ہے اور ان ذرائع کے اثرات بھی وقت کے ساتھ نمایاں ہوتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہر فکری تحریک اپنے مقاصد کے حصول کے لیے انہی وسائل سے استفادہ کرتی رہی ہے۔ اسی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے استعماری طاقتوں نے مسلم دنیا پر اپنے سیاسی و عسکری غلبے کے ساتھ ساتھ تعلیم، میڈیا، استشراق، مشنری سرگرمیوں اور ثقافتی یلغار کو بھی مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا، تاکہ مسلمانوں کے عقیدہ، دینی شعور، تہذیبی تشخص اور علمی روایت کو کمزور کر کے ان کی فکری سمت کو اپنے مقاصد کے مطابق تبدیل کیا جا سکے۔

تعلیم ان تمام ذرائع میں سب سے زیادہ مؤثر اور دیرپا وسیلہ سمجھی جاتی ہے، کیونکہ یہ نئی نسل کی ذہنی، فکری اور اخلاقی تشکیل کا بنیادی ذریعہ ہے۔ کسی بھی قوم کے عقائد، اقدار، تاریخی شعور اور تہذیبی تصورات نسل در نسل منتقل کرنے میں نظامِ تعلیم مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی قوم کے فکری دھارے کو تبدیل کرنا مقصود ہو تو سب سے پہلے اس کے تعلیمی نظام کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ نوآبادیاتی دور میں بھی مسلم معاشروں کے تعلیمی ڈھانچے میں ایسی تبدیلیاں متعارف کروائی گئیں جن کے ذریعے نئی نسل کے افکار اور ترجیحات کو مخصوص سمت میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی۔ علامہ سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"تعلیم کسی قوم کی فکری قیادت اور تہذیبی بقا کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، اور جب کسی قوم کا نظامِ تعلیم اس کے عقیدے اور تہذیب سے جدا ہو جائے تو اس کی فکری خودمختاری خطرے میں پڑ جاتی ہے۔"(3)

1۔ نوآبادیاتی نظامِ تعلیم

جب مغربی استعمار نے عالم اسلام پر عسکری قبضہ کر لیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ محض طاقت کے زور پر مسلمانوں کو دیرپا غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ چنانچہ انہوں نے مسلم ممالک کے روایتی اور اسلامی تعلیمی نظام کو منہدم کر کے ایک ایسا نوآبادیاتی اور سیکولر نظامِ تعلیم متعارف کرایا جس کا مقصد مسلمانوں کی صفوں میں ایسے افراد تیار کرنا تھا جو رنگ و نسل کے اعتبار سے تو مسلمان ہوں، لیکن فکری اور ذہنی اعتبار سے مغرب کے غلام ہوں۔ نوآبادیاتی طاقتوں (بالخصوص برطانیہ اور فرانس) نے منظم منصوبہ بندی کے تحت تعلیم کو لادینیت (Secularism) کے سانچے میں ڈھالا اور دین کو زندگی کے عملی معاملات سے الگ کر دیا۔ اس حوالے سے مشہور مستشرق اور مصری تعلیمی نظام کو بگاڑنے والے برطانوی عہدیدار "ڈنلوپ (Dunlop) "اور "لارڈ کرومر (Lord Cromer) "کی پالیسیاں تاریخ کا سیاہ باب ہیں۔ ڈاکٹر محمد الہبی، لارڈ کرومر کی پالیسی کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اتجه الغرب المستعمر في مصر إلى إضعاف اللغة العربية والإسلام، ونفذ إلى ذلك عن طريق التربية والتعليم، فقد عمد أوال إلى إخلاء مناهج التعليم إذ ذاك من الدين الإسلامي فضال عن التعليم العالي، ثم في الابتدائي والثانوي جعل لغة التعليم هي اللغة الإنجليزية عدا دروس اللغة العربية"(4)

"مصر میں مغربی استعمار نے عربی زبان اور اسلام کو کمزور کرنے کا رخ کیا، اور اس مقصد کے لیے انہوں نے تعلیم و تربیت کے راستے سے دراندازی کی۔ انہوں نے سب سے پہلے اس وقت کے تعلیمی نصاب، بشمول اعلیٰ تعلیم اور پھر پرائمری اور سیکنڈری تعلیم کو دینِ اسلام سے خالی کیا، اور سوائے عربی زبان کے اسباق کے، بقیہ تمام تعلیم کی زبان انگریزی کو بنا دیا۔"

نو آبادیاتی نظامِ تعلیم کی سب سے بڑی سازش "ثنویتِ تعلیم" یا تعلیم کی تقسیم تھی۔ استعمار نے تعلیم کو دو واضح حصوں میں بانٹ دیا:

1. **دینی تعلیم :** جسے صرف مساجد اور روایتی مدرسوں تک محدود کر دیا گیا، اور اس کا دائرہ کار عبادات تک سکیڑ دیا گیا تاکہ دینی تعلیم حاصل کرنے والے زندگی کے عملی، سائنسی، اور ریاستی امور سے کٹ جائیں۔
2. **عصری / مغربی تعلیم :** جسے ریاست کی سرپرستی حاصل تھی اور جس میں دنیاوی علوم (سائنس، قانون، معیشت) مغربی اور لادینی نقطہ نظر سے پڑھائے جاتے تھے۔ حکومت کے تمام اعلیٰ عہدے اور معاشی فوائد اسی تعلیم سے وابستہ کر دیے گئے۔

اس استعماری حکمتِ عملی کے بارے میں محقق محمد المہدی محمود بیان کرتے ہیں:

"تقسيم التعليم تطبيق عملي لمبدأ فصل الدين عن الدولة وتنفيذ لمبدأ (دع ما لقيصر لقيصر، وما لله لله) فالدين في عرف هؤلاء لا يصلح لقيادة الدولة، والمتدينون ال يصلحون لتولي الوظائف العملية، فينبغي حصرهم في صوامعهم للرهبنة".(5)

"تعلیم کی تقسیم دراصل 'دین کو ریاست سے الگ کرنے' کے اصول کا عملی نفاذ تھا، اور اس اصول کی تکمیل تھی کہ 'جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو، اور جو اللہ کا ہے وہ اللہ کو دو'۔ ان (استعماریوں) کے نزدیک دین ریاست کی قیادت کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور دین دار لوگ عملی اور دفتری مناصب سنبھالنے کے اہل نہیں، اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ رہبانیت کے لیے خود کو اپنے حجروں تک محدود رکھیں۔"

اس نو آبادیاتی نظامِ تعلیم کے نتیجے میں عالم اسلام کے اندر ایسے طبقے نے جنم لیا جس کا نظریہ حیات مغربی تھا، جو شریعتِ اسلامی کو فرسودہ سمجھتا تھا اور جس نے آزادی کے بعد بھی مسلم ممالک میں استعماری ایجنڈے کو جاری رکھا۔

2۔ مغرب زدہ تعلیمی ادارے

فکری جنگ کے آلات میں سے ایک اہم ترین آلہ عالم اسلام کے قلب میں ایسے تعلیمی اداروں، یونیورسٹیوں اور مشنری سکولوں کا قیام تھا، جن کی سرپرستی براہ راست مغربی ممالک کر رہے تھے۔ استعمار کے سائے میں عیسائی مشنریوں (منصرین) نے مسلم ممالک کے کونے کونے میں اسکول، کالج، اور یتیم خانے کھولے۔ بظاہر ان کا مقصد تعلیم دینا اور انسانی خدمت تھا، لیکن حقیقت میں یہ مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کی سب سے بڑی مہم تھی۔ وہ یہ جان چکے تھے کہ مسلمانوں کو طاقت سے عیسائی نہیں بنایا جا سکتا، اس لیے انہوں نے تعلیمی اداروں کو اپنا ہتھیار بنایا۔ اس حوالے سے مشنری تحریک کے سب سے بڑے رہنما "سموئیل زویمر" (Samuel Zwemer) کا وہ مشہور اور خطرناک خطاب، جو اس نے 1935ء میں یروشلم کے مشنری کانفرنس میں دیا، ان اداروں کے اصل مقاصد کو بے نقاب کرتا ہے:

"ولكن مهمة التبشير التي ندبتكم الدول المسيحية للقيام بها في البلاد الإسلامية ، ليست هي إدخال المسلمين في المسيحية ، فإن في هذا هداية لهم وتكريماً ، وإنما مهمتكم أن تخرجوا المسلم من الإسلام ليصبح مخلوقاً لا صلة له بالله ، وبالتالي فلا صلة تربطه بالأخلاق التي تعتمد عليها الأمم في حياتها ، وبذلك تكونون أنتم بعملكم هذا طليعة الفتح الاستعماري في الممالك الإسلامية".(6)

لیکن تبشیر (عیسائیت کی تبلیغ) کا وہ مشن جس کے لیے مسیحی حکومتوں نے تمہیں اسلامی ممالک میں بھیجا ہے، اس کا مقصد مسلمانوں کو عیسائیت میں داخل کرنا نہیں ہے، کیونکہ یہ تو ان کے لیے ایک قسم کی ہدایت اور عزت ہو گی۔ بلکہ تمہارا اصل مشن یہ ہے کہ تم مسلمان کو اسلام سے نکال باہر کرو تاکہ وہ ایک ایسی مخلوق بن جائے جس کا اللہ سے کوئی رشتہ نہ ہو، اور نتیجتاً اس کا ان اخلاقیات سے بھی کوئی تعلق نہ رہے جن پر قومیں اپنی زندگی کی بنیاد رکھتی ہیں۔ اور اس طرح، تم اپنے اس کام کے ذریعے اسلامی ممالک میں استعماری فتوحات کا ہراول دستہ بن جاؤ گے۔"

ان مشنری اداروں نے خاص طور پر مسلم لڑکیوں کی تعلیم پر زور دیا تاکہ خاندانی نظام کو تباہ کیا جا سکے، اور مسلم معاشرے میں مخلوط تعلیم (Co-education) اور بے پردگی کو فروغ دیا جائے۔

عالم اسلام میں امریکن یونیورسٹی آف بیروت (AUB)، امریکن یونیورسٹی قاہرہ (AUC)، اور ان جیسی دیگر جامعات کا قیام اسی سلسلے کی کڑی تھا۔ ان اداروں کا مقصد مغرب کے لیے ایسے مقامی ایجنٹ تیار کرنا تھا جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو کر مغربی ایجنڈے کی تکمیل کریں۔ مغربی استعمار کے اس ہتھکنڈے کے بارے میں "(The Eastern Problem) "نامی کتاب کا یہ اقتباس چشم کشا ہے:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ مشنری مسلمانوں کے عقیدے کو تباہ اور مسخ کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہے ہیں، لیکن اس ہدف کو مغربی یونیورسٹیوں کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم مشرق، بالخصوص اسلامی ممالک سے ایسے طلبہ کا انتخاب کریں جن کی فطرت کمزور، شخصیت بکھری ہوئی اور کردار گرا ہوا ہو، اور ہم انہیں وظائف (اسکالر شپس) دیں۔ یہاں تک کہ ہم کسی بھی قیمت پر انہیں ڈگریاں بیچیں، تاکہ وہ ہمارے لیے ایسے نامعلوم (خفیہ) مشنری بن جائیں جو اسلامی ممالک میں وہ سماجی اور سیاسی طرزِ عمل قائم کریں جس کی ہم تمنا رکھتے ہیں۔"(7)

مغرب زدہ تعلیمی اداروں کا ایک اور پہلو قابلِ ذہین طلباء کو اسکالر شپس دے کر یورپ اور امریکہ کی جامعات میں بھیجنا تھا۔ یہ طلباء جب سالہا سال مغربی اور مادرِ پدر آزاد معاشروں میں گزار کر واپس آتے، تو ان کی اکثریت مغربی تہذیب سے اس قدر مرعوب اور اپنے دین سے اس قدر دور ہو چکی ہوتی کہ وہ اپنے ہی ممالک میں مستشرقین کے نمائندے بن جاتے۔ انہیں مسلم ممالک کے نظامِ تعلیم، سیاست، اور ابلاغ کے اعلیٰ مناصب پر بٹھایا جاتا تاکہ وہ اپنی قوم کو اسی راستے پر چلائیں جس کا خاکہ مغرب نے ان کے ذہنوں میں اتارا تھا۔

فکری اور نظریاتی جنگ میں تعلیمی نظام کے استعمال نے عالم اسلام کو وہ نقصانات پہنچائے جو صدیوں کی خونریز جنگیں نہ پہنچا سکیں۔ نوآبادیاتی نظامِ تعلیم، سیکولر نصابی تبدیلیوں، اور مغرب زدہ تعلیمی اداروں (مشنری اسکولوں اور جامعات) نے مل کر مسلم امہ کے ذہنی اور فکری اتحاد کو توڑ دیا۔ انہوں نے ایک ایسا استعماری بیج بویا جس کی فصل آج بھی عالم اسلام فکری خلفشار، الحاد، اور لادینیت کی شکل میں کاٹ رہا ہے۔ اس فکری یلغار کا واحد حل یہ ہے کہ امت مسلمہ اپنے تعلیمی نظام کی از سرِ نو اسلامی بنیادوں پر تشکیل کرے اور اسے مغربی غلامی کے اثرات سے پاک کرے۔

3۔ میڈیا(Media)

جدید دور میں فکری و نظریاتی جنگ کا سب سے مؤثر، تیز رفتار اور ہمہ گیر ذریعہ میڈیا(ذرائع ابلاغ) ہے۔ اگر ماضی میں افکار و نظریات کی ترسیل خطبات، کتب، علمی مجالس اور روایتی ذرائع تک محدود تھی، تو آج میڈیا نے اس عمل کو عالمی وسعت اور غیر معمولی سرعت عطا کر دی ہے۔ اب ذرائع ابلاغ صرف خبروں اور معلومات کی ترسیل کا وسیلہ نہیں رہے بلکہ انسانی فکر، عقائد، اقدار، رجحانات، ترجیحات اور طرزِ زندگی کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔ اسی بنا پر میڈیا کو جدید دنیا میں "چوتھی طاقت (Fourth Estate) " کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ رائے عامہ کی تشکیل اور معاشرتی رویوں کی سمت متعین کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے۔ میڈیا سے مراد وہ تمام ذرائع ہیں جن کے ذریعے معلومات، خیالات، نظریات اور ثقافتی تصورات افراد اور معاشروں تک منتقل کیے جاتے ہیں، جن میں اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، فلمیں، ڈرامے، کارٹونز اور دیگر ابلاغی ذرائع شامل ہیں۔

فکری و نظریاتی جنگ میں میڈیا کی اہمیت اس لیے زیادہ ہے کہ یہ براہِ راست انسانی ذہن، شعور اور طرزِ فکر کو متاثر کرتا ہے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ استعماری طاقتوں نے مسلمانوں پر اپنے سیاسی و عسکری غلبے کے ساتھ ساتھ میڈیا کو بھی ایک مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تاکہ ان کے دینی شعور، تہذیبی تشخص اور فکری بنیادوں کو کمزور کیا جا سکے۔ موجودہ دور میں عالمی طاقتیں، بین الاقوامی ادارے اور مختلف نظریاتی تحریکیں خبروں کی ترتیب، معلومات کے انتخاب، واقعات کی تشریح، تفریحی مواد اور ثقافتی علامات کے فروغ کے ذریعے مخصوص افکار و نظریات کو عام کرتی اور مخالف تصورات کو غیر مؤثر بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اسی لیے عصرِ حاضر میں میڈیا کو فکری و نظریاتی کشمکش کا سب سے طاقتور میدان تصور کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر مفتی رشید احمد العلوی لکھتے ہیں:

> "یہ عمومی تاثر غلط ہے کہ میڈیا عوام کو باخبر رکھنے کے لیے ہے اور عوام میڈیا کے کنزیومر ہیں۔ دراصل میڈیا ایک پروڈیوسر ہے اور مینوفیکچرر ہے۔ اس کا کام ناظرین پیدا کرنا ہے، ایسے افراد جن کی آنکھیں اور کان میڈیا کے زیر اثر ہوں۔"(8)

مسلم دنیا کے تناظر میں میڈیا کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، کیونکہ جدید ذرائع ابلاغ نے مغربی تہذیب، ثقافت اور طرزِ زندگی کو دنیا کے تقریباً ہر معاشرے تک پہنچا دیا ہے۔ متعدد مسلم مفکرین کے نزدیک میڈیا جدید ثقافتی اور فکری استعمار کا ایک اہم ذریعہ بن چکا ہے، جس کے ذریعے نہ صرف مغربی افکار و اقدار کی ترویج کی جاتی ہے بلکہ بعض اوقات اسلامی تعلیمات، خاندانی نظام، دینی شعور اور تہذیبی روایات کو بھی مختلف انداز میں چیلنج کیا جاتا ہے۔ معاصر دور میں سوشل میڈیا نے فکری جنگ کے دائرہ کار کو مزید وسیع کر دیا ہے۔ فیس بک، ایکس (ٹوئٹر)، یوٹیوب، انسٹاگرام، ٹک ٹاک اور دیگر پلیٹ فارمز نے ہر فرد کو معلومات کا صارف اور ناشر دونوں بنا دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں افکار و نظریات کی ترسیل کی رفتار، وسعت اور اثر پذیری میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ تاہم اسی کے ساتھ غلط معلومات، فکری انتشار، تہذیبی یلغار اور نظریاتی پراپیگنڈے کے امکانات بھی بڑھ گئے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ استعماری اور دشمن طاقتوں نے جب یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کو عسکری میدان میں شکست دینا مشکل ہے، تو انہوں نے ان کے ذہنوں، افکار اور عقائد کو مسخر کرنے کے لیے میڈیا کا سہارا لیا۔

عصرِ حاضر میں عالمی طاقتیں اور مختلف نظریاتی مراکز ابلاغ کے جدید ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات، خاندانی نظام، اخلاقی اقدار اور دینی تشخص کو کمزور کرنے کی منظم کوشش کر رہے ہیں۔ میڈیا کے ذریعے اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا، اسلامی شعائر کو انتہا پسندی یا رجعت پسندی سے جوڑنا، مغربی تہذیب کو ترقی اور آزادی کی علامت بنا کر پیش کرنا، اور نوجوان نسل کے اذہان میں اسلامی فکر کے بجائے سیکولر اور لبرل تصورات راسخ کرنا اسی فکری جنگ کے نمایاں مظاہر ہیں۔ اس لیے آج کی جنگ محاذوں پر کم اور اسکرینوں، اخبارات، ویب سائٹس اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر زیادہ لڑی جا رہی ہے۔

عصرِ حاضر میں میڈیا کی بنیادی طور پر تین بڑی اقسام ہیں جنہوں نے انسانی معاشرے کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے: پرنٹ میڈیا (اخبارات، رسائل)، الیکٹرانک میڈیا (ریڈیو، ٹیلی ویژن، سیٹلائٹ چینلز)، اور سوشل میڈیا / انٹرنیٹ۔ دشمنانِ اسلام (بشمول صیہونیت اور استعمار) نے ان تینوں محاذوں پر مکمل اجارہ داری قائم کر کے انہیں مسلم امہ کے خلاف فکری جنگ کے لیے استعمال کیا ہے۔ 1897ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر بال میں تین سو یہودی دانشوروں، مفکروں، فلسفیوں نے ہرزل کی قیادت میں جمع ہو کر پوری دنیا پر حکمرانی کا منصوبہ تیار کیا تھا، یہ منصوبہ انیس (۱۹) پروٹوکول کی صورت میں پوری دنیا کے سامنے آچکا ہے۔ اس منصوبے کو یہودی دانشوروں کا دستاویز بھی کہتے ہیں۔ اس پلان کی تیاری میں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی یہودی انجمنوں کے ذہین ترین ارکان نے حصہ لیا تھا، انہوں نے جہاں یہ طے کیا تھا کہ تمام دنیا پر حکومت کرنے کے لئے سونے کے ذخائر پر قبضہ کرنا ضروری ہے وہیں اس دستاویز میں ذرائع ابلاغ کو بھی بنیادی اہمیت دی گئی تھی۔ بارہویں دستاویز میں صحافت کی غیر معمولی اہمیت، اسکی تاثیر و افادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"اگر ہم یہودی پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے سونے کے ذخائر پر قبضہ کو مرکزی اور بنیادی اہمیت دیتے ہیں تو ذرائع ابلاغ بھی ہمارے مقاصد کے حصول کے لئے دوسرا اہم درجہ رکھتا ہے۔ ہم میڈیا کے سرکش گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے باگ کو اپنے قبضے میں رکھیں گے۔ ہم اپنے دشمنوں کے قبضے میں کوئی ایسا مؤثر اور طاقتور اخبار نہیں رہنے دیں گے کہ وہ اپنی رائے کو مؤثر ڈھنگ سے ظاہر کر سکیں اور نہ ہی ہم ان کو اس قابل رکھیں گے کہ ہماری نگاہوں سے گزرے بغیر کوئی خبر سماج تک پہنچ سکے، ہم ایسا قانون بنائیں گے کہ کسی ناشر اور پریس والے کے لئے یہ ناممکن ہو گا کہ وہ پیشگی اجازت لئے بغیر کوئی چیز چھاپ سکے، اس طرح ہم اپنے خلاف کسی بھی سازش یا معاندانہ پروپیگنڈے سے باخبر ہو جائیں گے۔ ہمارے قبضہ و تصرف میں ایسے اخبارات و رسائل ہوں گے جو مختلف گروہوں اور جماعتوں کی تائید و حمایت کریں گے، خواہ یہ جماعتیں جمہوریت کی داعی ہوں یا انقلاب کی حامی، حتیٰ کہ ہم ایسے اخبارات کی بھی سرپرستی کریں گے جو انتشار، بے راہ روی، جنسی و اخلاقی انارکی، استبدادی حکومتوں اور مطلق العنان حکمرانوں کی مدافعت اور حمایت کریں گے، ہم جب اور جہاں چاہیں گے قوموں کے جذبات کو مشتعل کریں گے اور جب مصلحت دیکھیں گے انہیں پرسکون کر دیں گے، اس کے لئے صحیح اور جھوٹی خبروں کا سہارا لیں گے، ہم ایسے اسلوب سے خبروں کو پیش کریں گے کہ قومیں اور حکومتیں ان کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں، ہم اس کی پوری احتیاط برتیں گے کہ پہلے سے ٹھونک بجا کر اور اچھی طرح نبض ٹٹول کر اقدام کریں، ہمارے اخبارات و رسائل ہندوؤں کے معبود وشنو کی طرح ہوں گے، جس کے سینکڑوں ہاتھ ہوتے ہیں، ہمارے پریس کا یہ بنیادی کام ہو گا کہ وہ اپنے مختلف موضوعات اور کالموں کے ذریعہ عامہ کی نبض پر ہاتھ رکھے رہے، ہم یہودی ایسے مدیروں اور ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں کی ہمت افزائی کریں گے جو بد کردار ہوں اور ان کا مجرمانہ ریکارڈ ہو، ہمارا یہی معاملہ سیاستدانوں اور لیڈروں اور مطلق العنان حکمرانوں کے ساتھ ہو گا، جن کی ہم خوب تشہیر کریں گے، ان کو دنیا کے سامنے ہیرو بنا کر پیش کریں گے، لیکن ہم جیسے ہی محسوس کریں گے کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں بس فوراً ہم ان کا کام تمام کر دیں گے تا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو، ہم یہودی ذرائع ابلاغ کو خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ کنٹرول کریں گے، ہم دنیا کو جس رنگ کی تصویر دکھانا چاہیں گے وہ پوری دنیا کو دکھنا ہو گا، جرائم کی خبروں کو ہم تفصیل سے غیر معمولی اہمیت دیں گے تا کہ پڑھنے والوں کا ذہن تیار ہو، اس انداز سے کہ قاری کو مجرم کے ساتھ ہمدردی ہو جائے۔"(9)

پرنٹ میڈیا

اخبارات، جرائد، اور رسائل کسی بھی قوم کے پڑھے لکھے اور دانشور طبقے کی ذہن سازی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ استعمار نے مسلم ممالک میں پرنٹ میڈیا کو اپنے فکری ایجنٹوں کے ذریعے کنٹرول کیا تا کہ اسلامی عقائد کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کیے جا سکیں۔ جامعۃ الازہر کے شعبہ الدعوۃ الثقافۃ الاسلامیہ کے استاذ و رئیس دکتور اسماعیل علی محمد اس مناسبت سے رقمطراز ہیں:

"تعد الصحافة من أقوى الأدوات وأعظمها نفوذاً في العالم الإسلامي... ولذلك كان معظم هذه الصحف واقعاً تحت تأثير الآراء والأساليب الغربية"(10)

"عالمِ اسلام میں صحافت (پرنٹ میڈیا) کو سب سے طاقتور اور سب سے زیادہ اثر و رسوخ رکھنے والا آلہ سمجھا جاتا ہے۔۔۔ اور اسی وجہ سے ان میں سے زیادہ تر اخبارات مغربی آراء اور مغربی ہتھکنڈوں کے زیرِ اثر کام کر رہے ہیں۔"

صیہونی طاقتوں نے عالمی سطح پر مشہور رسائل (جیسے ٹائم، نیوزویک وغیرہ) کو مکمل طور پر خرید لیا تاکہ وہ دنیا تک صرف وہی خبریں پہنچنے دیں جو ان کے مفادات کے حق میں ہوں اور اسلام کے خلاف ہوں۔ ۱۸۴۸ء میں امریکہ کے پانچ بڑے روزناموں نے ملکر ایسوسی ایٹڈ پریس خبر رساں ایجنسی کی بنیاد ڈالی تھی۔ ۱۹۰۰ء میں یہ ایجنسی ایک ایسی عالمگیر کمپنی کی صورت میں تبدیل ہو گئی جس نے امریکی براعظم سے شائع ہونے والے تمام اخبارات و رسائل کو خبریں فراہم کرنے اور دنیا بھر میں ان اخبارات و رسائل کو تقسیم کرنے کا کام بھی سنبھال لیا، اس کمپنی میں 90٪ حصہ یہودی سرمایہ کاروں کا ہے۔ (11)

امریکی ذرائع ابلاغ پر یہودی سرمایہ داروں اور صیہونی لابی کے نمایاں اثر و رسوخ فکری و نظریاتی جنگ کا ایک اہم پہلو ہے۔ امریکہ کے بڑے ٹیلی ویژن نیٹ ورکس، فلمی صنعت، اخبارات اور خبر رساں اداروں میں بااثر یہودی شخصیات اور اداروں کی موجودگی نے عالمی خبروں کی ترجیحات، سیاسی بیانیے اور عوامی رائے کی تشکیل پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اسی وجہ سے بین الاقوامی معاملات، خصوصاً فلسطین، اسرائیل اور عالمِ اسلام سے متعلق خبروں کی پیشکش میں اکثر ایسا زاویۂ نظر اختیار کیا جاتا ہے جو صیہونی مفادات سے ہم آہنگ محسوس ہوتا ہے۔ یوں میڈیا محض اطلاعات کی ترسیل کا ذریعہ نہیں رہتا بلکہ ایک ایسے نظریاتی ہتھیار کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے جو عالمی رائے عامہ کی سمت متعین کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

الیکٹرانک میڈیا اور سیٹلائٹ چینلز

الیکٹرانک میڈیا، خصوصاً سیٹلائٹ چینلز، نے موجودہ دور میں فکری و نظریاتی جنگ کو ایک نئی وسعت اور غیر معمولی اثر انگیزی عطا کی ہے۔ ٹیلی ویژن، سیٹلائٹ نشریات، لائیو براڈکاسٹنگ اور انٹرنیٹ سے منسلک ٹی وی پلیٹ فارمز نے دنیا کو ایک حقیقی عالمی گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے، جہاں جغرافیائی سرحدیں ابلاغِ عامہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں رہیں اور کسی بھی ملک کے نظریات، ثقافت، سیاسی بیانیے اور طرزِ زندگی کو نہایت تیزی سے دنیا بھر میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اسی بنا پر الیکٹرانک میڈیا محض معلومات اور تفریح کا ذریعہ نہیں بلکہ عالمی طاقتوں کے لیے فکری اثر و رسوخ قائم کرنے اور اپنی تہذیبی و ثقافتی ترجیحات کو فروغ دینے کا ایک مؤثر ہتھیار بن چکا ہے۔ مسلم معاشروں میں مختلف ڈراموں، فلموں، ٹاک شوز، موسیقی، اشتہارات اور دیگر تفریحی پروگراموں کے ذریعے مغربی تہذیب، سیکولر فکر، لبرل اقدار اور صارفیت کو فروغ دیا جاتا ہے، جبکہ اسلامی تعلیمات، مشرقی روایات، حجاب، خاندانی نظام اور دینی وابستگی کو اکثر قدامت پسندی یا رجعت پسندی کے تناظر میں پیش کیا جاتا ہے، جس کے باعث بالخصوص نوجوان نسل غیر محسوس انداز میں ان افکار اور طرزِ زندگی سے متاثر ہونے لگتی ہے۔ مزید برآں، بین الاقوامی الیکٹرانک میڈیا عالمی سیاسی اور فکری بیانیے کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے اور اسلام و مسلمانوں سے متعلق بہت سے معاملات کو مخصوص زاویۂ نظر سے پیش کرتے ہوئے رائے عامہ کو ایک خاص سمت میں ہموار کرتا ہے، جبکہ بعض اہلِ علم کے نزدیک مغربی دنیا کے بعض بڑے نشریاتی اداروں پر صیہونی اثر و رسوخ بھی اس بیانیے کی تشکیل میں ایک قابلِ توجہ عنصر تصور کیا جاتا ہے۔ ان تمام ذرائع ابلاغ پر صیہونی لابی کا کتنا گہرا کنٹرول ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مغربی دنیا کی بڑی نیوز ایجنسیاں اور نشریاتی ادارے (جیسے CNN، Fox News وغیرہ) براہ راست یا بالواسطہ یہودی سرمایہ داروں کے زیر اثر ہیں۔ دکتور عبد الحکیم الفیتوری لکھتے ہیں۔

"وبسبب سيطرة اليهود الكاملة على الإعلام الأمريكي... فهناك أربع شبكات تلفزيونية تشكل في مجموعها أكثر من 95% من الأخبار المحلية والعالمية التي تجمع ملايين المشاهدين في كل ليلة... جميعها خاضعة لسيطرة ونفوذ يهودي."(12)

"اور امریکی میڈیا پر یہودیوں کے مکمل کنٹرول کی وجہ سے۔۔۔ وہاں چار ایسے (بڑے) ٹیلی ویژن نیٹ ورکس ہیں جو مجموعی طور پر مقامی اور عالمی خبروں کا 95 فیصد سے زیادہ حصہ بناتے ہیں، جنہیں ہر رات لاکھوں ناظرین دیکھتے ہیں۔۔۔ یہ تمام کے تمام یہودی کنٹرول اور اثر و رسوخ کے تابع ہیں۔"

اس حقیقت کے پیشِ نظر مسلم معاشروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ الیکٹرانک میڈیا کی طاقت اور اس کے اثرات کو سنجیدگی سے سمجھیں۔ اگرچہ یہی ذرائع اسلام دشمن نظریات کی اشاعت کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں، لیکن یہی میڈیا اسلام کی صحیح تعلیمات، دعوتِ دین، علمی مباحث، اخلاقی اقدار اور اسلامی تہذیب کے تعارف کے لیے بھی نہایت مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔

4۔ این جی اوز، تھنک ٹینکس اور بین الاقوامی ادارے

دورِ حاضر میں فکری جنگ کا ایک بڑا اور مؤثر ترین ذریعہ غیر سرکاری تنظیمیں(NGOs) ، عالمی ادارے (جیسے اقوام متحدہ، یونیسکو، ورلڈ بینک) اور خفیہ سوسائٹیاں (جیسے فری میسنری اور روٹری کلبز) ہیں۔ مغربی طاقتیں ان اداروں کو فلاح و بہبود، انسانی حقوق، آزادی نسواں اور غربت کے خاتمے کے دلفریب نعروں کے تحت مسلم ممالک میں داخل کرتی ہیں، لیکن ان کا اصل ہدف مسلم معاشرے کی خاندانی اکائی کو توڑنا اور اسلامی اقدار کی جگہ مغربی سیکولر اقدار کو مسلط کرنا ہوتا ہے۔

این جی اوز (NGOs) کا فلاحی لبادہ اور تنصیری مقاصد

افریقہ اور دیگر پسماندہ مسلم ممالک (مثلاً سوڈان، صومالیہ وغیرہ) میں غیر ملکی این جی اوز امداد کے نام پر عیسائیت (تنصیر) اور مغربی لادینیت کا پرچار کر رہی ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل ریحان اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "امریکی مشنری ادارے اس وقت پوری دنیا میں سب سے بڑھ چڑھ کر کام کر رہے ہیں۔ ہر سال وہ صرف افریقہ میں عیسائیت کی تبلیغ پر لگ بھگ تین سے چار کھرب ڈالر خرچ کرتے ہیں۔ اس رقم سے ہر سال 70 لاکھ کے لگ بھگ مشنری تبلیغ کے لیے تیار کیے جاتے ہیں۔ اس وقت 1 ہزار 8 سو 96 ریڈیو سٹیشن قائم کیے جا چکے ہیں جو عیسائیت کی تبلیغ کے لیے وقف ہیں۔"(13)

یہ این جی اوز "انسانی حقوق" اور "آزادی" کی آڑ میں مسلم ممالک پر اپنا نظام مسلط کرتی ہیں اور غربت زدہ مسلمانوں کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھا کر ان کے عقائد چھیننے کی کوشش کرتی ہیں۔

5۔ بین الاقوامی ادارے اور عالمی کانفرنسیں

بین الاقوامی ادارے اور عالمی کانفرنسیں بظاہر عالمی امن، ترقی، تعلیم، صحت، انسانی حقوق اور اقتصادی استحکام کے فروغ کے لیے قائم کی گئی ہیں، مگر عالمی سیاست میں بااثر طاقتیں ان اداروں کے پلیٹ فارم کو اپنے سیاسی، معاشی اور فکری اہداف کے حصول کے لیے بھی استعمال کرتی ہیں۔ اقوام متحدہ اور اس کے بعض ذیلی اداروں، مثلاً UNESCO ، International Monetary Fund اور World Bank کی بعض پالیسیوں، پروگراموں اور سفارشات کے ذریعے ایسے تصورات کو فروغ دیا جاتا ہے جو ترقی پذیر اور بالخصوص مسلم معاشروں کی مذہبی، تعلیمی، ثقافتی اور خاندانی اقدار پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ یہ ادارے اپنی رپورٹس، عالمی کانفرنسوں، تعلیمی منصوبوں اور پالیسی فریم ورک کے ذریعے ایسے عالمی معیارات پیش کرتے ہیں جنہیں اکثر ممالک بین الاقوامی دباؤ یا معاشی ضرورت کے تحت اختیار کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

> "تعلیمی میدان میں یونیسکو (UNESCO) کی اعانت و سرپرستی اور ماہرین فن کی منصوبہ بندی کے ذریعہ، کبھی مغربی اساتذہ اور ماہرین تعلیم کے ذریعہ، کبھی اس تشکیکی انتشار پسند اور ہیجان انگیز لٹریچر کے ذریعہ جو ایک سیلاب کی طرح عالم اسلام میں پھیلتا جا رہا ہے، کبھی معیار زندگی بلند کرنے اور زندگی کو خوشگوار اور پر مسرت بنانے کے بہانے ٹیلی ویژن کو گھر گھر عام کرنے کے ذریعہ، اس (مسلمانوں کی) طاقت کو برابر مفلوج کیا جا رہا ہے۔ کبھی ان پسماندہ ملکوں کو جو فیاضانہ امدادیں دی جاتی ہیں، ان کی شرائط کے طور پر ان ملکوں کی حکومتوں سے ایسی تبدیلیوں اور اصلاحات کا مطالبہ کیا جاتا ہے، جو ان مسلم عوام کا مزاج اور ان کا نظام معاشرت بدل دینے کے لیے ایک کارگر حربہ ثابت ہوتی ہے۔"(14)

اسی طرح عالمی کانفرنسیں، بین الاقوامی معاہدے اور ترقیاتی پروگرام بھی رائے عامہ کی تشکیل اور پالیسی سازی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ تعلیم، صنفی مساوات، انسانی حقوق، آبادی، ماحولیات اور اقتصادی اصلاحات جیسے موضوعات پر ہونے والی بین الاقوامی کانفرنسوں میں طے کیے گئے اصول بعد ازاں مختلف ممالک کے نصاب، قوانین اور سرکاری پالیسیوں میں شامل کیے جاتے ہیں۔

اسی طرح آبادی کو کنٹرول کرنے (تحدید النسل) اور خواتین کے حقوق کے نام پر قاہرہ اور بیجنگ میں ہونے والی عالمی کانفرنسیں اسی سلسلے کی کڑی تھیں، جن کا مقصد مسلم خاندانی نظام کو تباہ کرنا تھا۔ موسوعۃ الغزو الفکری میں ہے:

"عرب اور اسلامی ممالک میں دراندازی کے ان ذرائع میں سے جن کا مقصد خاندانی منصوبہ بندی (نسل کو محدود کرنا) ہے۔۔۔ وہ عالمی کانفرنسیں ہیں، جن میں آبادی سے متعلق کانفرنسیں شامل ہیں... بیجنگ میں چوتھی عالمی کانفرنس برائے خواتین منعقد ہوئی۔۔۔ اس کانفرنس نے ان تمام اہداف اور منصوبوں کو واضح کر دیا جن کے حصول کے لیے مغرب کوشاں ہے۔"(15)

6۔ خفیہ سوسائٹیاں اور تھنک ٹینکس

فری میسنری (Freemasonry) ، اور انٹرنیشنل کرائسز گروپ (ICG) جیسی تنظیمیں درحقیقت وہ صیہونی تھنک ٹینکس ہیں جو مسلم معاشروں کے مقتدر طبقات (ایلیٹ کلاس) کو اپنے ساتھ ملا کر ریاست کی پالیسیوں پر اثرانداز ہو کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔ مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"فری میسن تحریک سرتا پا ایک خفیہ تحریک ہے۔اس کا اصل دائرہ کار اعلی طبقات ہیں۔بادشاہاں ،شہزادے، امراء (موجودہ جمہوری نظام میں صدر مملکت، وزیر اعظم، فوجی افسران، بڑی مذہبی شخصیتیں، بڑے تاجر اور صاحب اثر لوگ) ان کے خاص ہدف ہوتے ہیں۔۔۔ ان کو اس طرح استعمال کیا جاتا ہے کہ انہیں یہ پتا بھی نہیں چلتا کہ انہیں کس مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔۔۔ اپنی لاعملی کی وجہ سے اندھوں کی طرح (یہ لوگ) یہودیوں کی خدمت اور ان کے مقاصد کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔"(16)

اسی طرح انٹرنیشنل کرائسز گروپ (ICG) ایک بین الاقوامی غیر سرکاری تحقیقی ادارہ (Think Tank) ہے، جس کا قیام 1995ء میں برسلز، بیلجیم میں کیا گیا۔ ادارے کے مطابق اس کا مقصد دنیا کے مختلف خطوں میں پیدا ہونے والے سیاسی تنازعات، خانہ جنگیوں اور بین الاقوامی بحرانوں کا زمینی تحقیق (Field Research) کی بنیاد پر تجزیہ کرنا اور حکومتوں، اقوام متحدہ اور دیگر بین الاقوامی اداروں کو پالیسی سفارشات فراہم کرنا ہے۔ اس کے محققین مختلف ممالک میں حالات کا جائزہ لے کر رپورٹس اور بریفنگز شائع کرتے ہیں، جنہیں سفارتی اور پالیسی حلقوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ تو تھا کرائسز گروپ کا تعارف اس کے اپنے منہ سے۔ اصل راز تو قارئین اس وقت جانیں گے جب وہ ICG کی دستاویزات اور رپورٹس کو مکمل طور پر پڑھیں گے۔ لیکن اس وقت اتنا بتانا ضروری ہے کہ ICG اسلام کے غیر مسلم ماہرین جنہیں "مستشرقین" کہتے ہیں، کے زیر نگرانی کام کرنے والا ایک سیکولر ادارہ ہے جس کے بنیادی مقاصد اسلام کے مکمل ضابطہ حیات ہونے کی تردید کرنا، مسلمان ممالک میں اسلامی نظام حکومت کا خاتمہ، مختلف اسلامی فرقوں اور مسلکوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دینا، جہاد کے لفظ کو اسلامی کتب، قوانین، اسکول اور کالجوں کے نصاب سے ہٹا دینا اور قرآن و حدیث میں من مانی تحریف کر کے اس کو جدت پسندی کہنا، وغیرہ ہیں۔(17)

7۔ ادبیات اور لٹریچر

ادب (Literature) کسی بھی قوم کے جذبات، تصورات اور اخلاقیات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ فکری جنگ کے ماہرین (مستشرقین اور ان کے مقامی شاگردوں) نے ادبی تنقید، ناول نگاری، شاعری اور تاریخ نگاری کو اسلام کے خلاف ایک خطرناک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ انہوں نے "ادبی معرکوں" کی آڑ میں اسلامی تاریخ کو مسخ کیا اور عربی زبان و ادب کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ مغربی مفکرین سے متاثر ہو کر بعض مسلم نام نہاد دانشوروں (جیسے طٰہٰ حسین، علی عبد الرازق وغیرہ) نے ادبی تنقید کے نام پر قرآن، حدیث اور اسلامی تاریخ پر شکوک و شبہات پیدا کیے۔ طٰہٰ حسین کی کتاب "فی الشعر الجاہلی" اور علی عبد الرازق کی "الإسلام وأصول الحکم" اسی فکری یلغار کا حصہ تھیں۔ دکتور محمد عمارہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"وكانت أكثر الشبهات التي طرحت في أفق الفكر الإسلامي تستهدف السيرة النبوية والقرآن واللغة العربية والحضارة الإسلامية والتاريخ الإسلامي... كما في مؤلفات طه حسين (في الأدب الجاهلي)... ومؤلفات سلامة موسى... وعلي عبد الرازق".(18)

"اسلامی فکر کے افق پر اٹھائے جانے والے سب سے زیادہ شکوک و شبہات کا ہدف سیرت النبوی، قرآن، عربی زبان، اسلامی تہذیب اور اسلامی تاریخ تھا۔۔۔ جیسا کہ طہٰ حسین کی کتابوں (جیسے فی الادب الجاہلی)۔۔۔ سلامہ موسیٰ کی کتابوں۔۔۔ اور علی عبدالرازق کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔"

ادبیات کے ذریعے نوجوانوں کے اخلاق تباہ کرنے کے لیے جنسیت، بے حیائی، اور مغرب زدہ خیالات پر مبنی ناولوں اور کہانیوں کو فروغ دیا گیا۔ اس لٹریچر نے یونانی فلسفے اور فرائیڈ کی نفسیاتی تھیوریوں کو بنیاد بنا کر حیا اور عفت کے تصورات کو پسماندگی قرار دیا۔ دکتور محمد عمارہ اس حقیقت کو عیاں کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"إذاعة الأدب المكشوف والإباحية الفكرية مع الدعوة إلى الإلحاد من خلال مفاهيم الفلسفة المادية... وإذاعة نظريات فرويد في النفس وسارتر في الوجودية... وكلها تتعارض مع قيم الفكر الإسلامي".(19)

"مادی فلسفے کے تصورات کے ذریعے الحاد کی دعوت کے ساتھ ساتھ بے باک (بے حیا) ادب اور فکری آوارگی کو پھیلانا۔۔۔ اور نفسیات میں فرائیڈ اور وجودیت میں سارتر کے نظریات کو نشر کرنا۔۔۔ اور یہ سب اسلامی فکر کی اقدار سے متصادم ہیں۔"

خلاصۂ بحث

فکری و نظریاتی جنگ کے ذرائع و وسائل کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ موجودہ دور میں یہ جنگ روایتی عسکری محاذوں سے زیادہ فکری، ثقافتی اور ابلاغی میدانوں میں لڑی جارہی ہے۔ تعلیم، ذرائع ابلاغ، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، مصنوعی ذہانت، فلم، ڈرامہ، ادب، نصاب، این جی اوز، تھنک ٹینکس اور الیکٹرانک میڈیا جیسے ذرائع افکار، عقائد، اقدار اور طرزِ زندگی پر گہرے اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ انہی وسائل کے ذریعے رائے عامہ کی تشکیل، تہذیبی رجحانات کی تبدیلی اور فکری بیانیوں کی ترویج عمل میں آتی ہے، جس کے باعث مسلم معاشروں کو فکری شناخت، دینی اقدار اور تہذیبی تشخص کے حوالے سے متعدد چیلنجز درپیش ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان ذرائع کی حقیقت، ان کے اثرات اور ان کے استعمال کے طریقہ کار کو گہرائی سے سمجھا جائے تاکہ ان کے منفی اثرات کا مؤثر تدارک کرتے ہوئے اسلامی فکر، صحیح علمی شعور اور مثبت تہذیبی اقدار کے فروغ کے لیے انہی وسائل کو تعمیری اور مؤثر انداز میں بروئے کار لایا جاسکے۔

حوالہ جات

1. ابن باز، عبدالعزیز، الغزو الفكري ووسائله، (مجلة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، ۱۴۰۳ھ)، 115
2. محمود، دکتور علي عبد الحليم، الغزو الفكري والتيارات المعادية للإسلام، (ادارۃ الثقافۃ والنشر، ریاض، 1981ء)، 8-9
3. ندوی، سید ابوالحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، (مجلس نشریات اسلام، کراچی، 2023ء)، 68
4. المهدي، محمود محمد، أثر الاستعمار في مناهج التربية والتعليم في بعض البلاد العربية، (مجلة البحوث الإسلامية، س ن)، 816
5. المهدي، محمود محمد، أثر الاستعمار في مناهج التربية والتعليم في بعض البلاد العربية، (مجلة البحوث الإسلامية، س ن)، 830
6. الغشيمي، عبدالواسع محمد، مذكرة مادة الغزو الفكري، (جامعة أم القرى، رياض، س ن)، 265
7. الغشيمي، عبدالواسع محمد، مذكرة مادة الغزو الفكري، (جامعة أم القرى، رياض، س ن)، 298

8. علی، صابر، میڈیا ساخت تھیوری اور اثرات، (لیگسی بکس، لاہور، طبع اول، 2018ء)، 7
9. ندوی، نذر الحفیظ، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، (معظم و محمد اعظم شرقی دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، 2001ء)، 109-110
10. محمد، اسماعیل علی، الغزو الفكري التحدي والمواجهة، (دار الكلمة للنشر والتوزيع، قاہرہ، 1984ء)، 184
11. ندوی، نذر الحفیظ، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، (معظم و محمد اعظم شرقی دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، 2001ء)، 113-114
12. الفيتوري، عبد الحكيم، مرتكزات الأمن الفكري الإسلامي (موسوعة الغزو الفكري)، (ادارة الثقافة والنشر، ریاض، س ن)، 852
13. ریحان، مولانا محمد اسماعیل، نظریاتی جنگ کے محاذ، (المنہل پبلشرز، کراچی، 2016ء)، 271
14. ندوی، سید ابو الحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، (مجلس نشریات اسلام، کراچی، 2023ء)، 306
15. الشحود، علی بن نایف، موسوعة الغزو الفكري، (ادارة الثقافة والنشر، ریاض، س ن)، 1024-1025
16. منصور، مفتی ابولبابہ شاہ، عالمی یہودی تنظیمیں، (السعید پرنٹرز، کراچی، طبع نہم، 2016ء)، 63-65
17. منصور، مفتی ابولبابہ شاہ، عالمی یہودی تنظیمیں، (السعید پرنٹرز، کراچی، طبع نہم، 2016ء)، 264
18. عمارة، محمد، الغزو الفكري وهم أم حقيقة؟، (دار الشروق، قاہرہ، 2003ء)، 456-459
19. عمارة، محمد، الغزو الفكري وهم أم حقيقة؟، (دار الشروق، قاہرہ، 2003ء)، 444-458

References in Roman

1. *Ibn Bāz, ʿAbdul-ʿAzīz,* Al-Ghazw al-Fikrī wa Wasāʾiluhu, *(Majallat al-Jāmiʿah al-Islāmiyyah bi al-Madīnah al-Munawwarah, 1403 AH), 115.*
2. *Maḥmūd, Dr. ʿAlī ʿAbd al-Ḥalīm,* Al-Ghazw al-Fikrī wa al-Tayyārāt al-Muʿādiyah li al-Islām, *(Idārat al-Thaqāfah wa al-Nashr, Riyadh, 1981), 8-9.*
3. *Nadwī, Sayyid Abu al-Ḥasan ʿAlī,* Muslim Mamālik Mēñ Islāmiyyat Aur Maghribiyyat Kī Kashmakash, *(Majlis Nashriyāt Islām, Karachi, 2023), 68.*
4. *Al-Mahdī, Maḥmūd Muḥammad,* Athar al-Istiʿmār fī Manāhij al-Tarbiyah wa al-Taʿlīm fī Baʿḍ al-Bilād al-ʿArabiyyah, *(Majallat al-Buḥūth al-Islāmiyyah, n.d.), 816.*
5. *Al-Mahdī, Maḥmūd Muḥammad,* Athar al-Istiʿmār fī Manāhij al-Tarbiyah wa al-Taʿlīm fī Baʿḍ al-Bilād al-ʿArabiyyah, *(Majallat al-Buḥūth al-Islāmiyyah, n.d.), 830.*
6. *Al-Ghashīmī, ʿAbd al-Wāsiʿ Muḥammad,* Mudhakkirat Māddat al-Ghazw al-Fikrī, *(Jāmiʿat Umm al-Qurā, Riyadh, n.d.), 265.*
7. *Al-Ghashīmī, ʿAbd al-Wāsiʿ Muḥammad,* Mudhakkirat Māddat al-Ghazw al-Fikrī, *(Jāmiʿat Umm al-Qurā, Riyadh, n.d.), 298.*
8. *ʿAlī, Ṣābir,* Media Sākht Theory Aur Atharāt, *(Legacy Books, Lahore, 1st ed., 2018), 7.*

9. *Nadwī, Nadhr al-Ḥafīẓ,* Maghribī Media Aur Is Kē Atharāt, *(Muʿaẓẓam wa Muḥammad Aʿẓam Sharqī Dār al-ʿUlūm Nadwat al-ʿUlamāʾ, Lucknow, 2001), 109-110.*

10. *Muḥammad, Ismāʿīl ʿAlī,* Al-Ghazw al-Fikrī al-Taḥaddī wa al-Muwājahah, *(Dār al-Kalimah li al-Nashr wa al-Tawzīʿ, Cairo, 1984), 184.*

11. *Nadwī, Nadhr al-Ḥafīẓ,* Maghribī Media Aur Is Kē Atharāt, *(Muʿaẓẓam wa Muḥammad Aʿẓam Sharqī Dār al-ʿUlūm Nadwat al-ʿUlamāʾ, Lucknow, 2001), 113-114.*

12. *Al-Fītūrī, ʿAbd al-Ḥakīm,* Murtakazāt al-Amn al-Fikrī al-Islāmī (Mawsūʿat al-Ghazw al-Fikrī), *(Idārat al-Thaqāfah wa al-Nashr, Riyadh, n.d.), 852.*

13. *Rayḥān, Mawlānā Muḥammad Ismāʿīl,* Naẓariyyātī Jang Kē Maḥādh, *(Al-Manhal Publishers, Karachi, 2016), 271.*

14. *Nadwī, Sayyid Abu al-Ḥasan ʿAlī,* Muslim Mamālik Mēñ Islāmiyyat Aur Maghribiyyat Kī Kashmakash, *(Majlis Nashriyāt Islām, Karachi, 2023), 306.*

15. *Al-Shaḥḥūd, ʿAlī bin Nāyif,* Mawsūʿat al-Ghazw al-Fikrī, *(Idārat al-Thaqāfah wa al-Nashr, Riyadh, n.d.), 1024-1025.*

16. *Manṣūr, Muftī Abū Lubābah Shāh,* ʿĀlamī Yahūdī Tanẓīmēñ, *(Al-Saeed Printers, Karachi, 9th ed., 2016), 63-65.*

17. *Manṣūr, Muftī Abū Lubābah Shāh,* ʿĀlamī Yahūdī Tanẓīmēñ, *(Al-Saeed Printers, Karachi, 9th ed., 2016), 264.*

18. *ʿImārah, Muḥammad,* Al-Ghazw al-Fikrī Wahm Am Ḥaqīqah, *(Dār al-Shurūq, Cairo, 2003), 456-459.*

19. *ʿImārah, Muḥammad,* Al-Ghazw al-Fikrī Wahm Am Ḥaqīqah, *(Dār al-Shurūq, Cairo, 2003), 444-458.*